مقاصد شریعت

آسان اور مختصر تعارف

ڈاکٹر محمد ہاشم کمالی

ایفا پبلی کیشنز، نئی دھلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

(کتاب میں پیش کئے گئے خیالات کا ناشر کی رائے سے ہم آہنگ ہونا ضروری نہیں ہے، کوئی تیسرا شخص کتاب کو
ویب سائٹ یا کسی اور ذریعے سے عام کرتا ہے تو اس کے مصدر اصلی کے مطابق ہونے کی ذمہ داری ناشر کی نہیں ہے)

نام کتاب	:	مقاصد شریعت، آسان اور مختصر تعارف
عربی نام	:	(الدلیل المبسط فی مقاصد الشریعة)
مصنف	:	ڈاکٹر محمد ہاشم کمالی
مترجم	:	مولانا احمد الیاس نعمانی
کمپوزنگ	:	محمد فیضان اللہ
صفحات	:	38
اشاعت	:	2010

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱-ایف، بیسمنٹ، جوگا بائی، جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

فون: 011-26981779

ای میل: ifapublications2004@gmail.com

فہرست

عرضِ ناشر	۵
مقاصد شریعت: تشریع اسلامی کے اہداف	۷
مقاصد شریعت کی بنیاد کی حیثیت رکھنے والے نصوص	۷
مقاصد کی تقسیم	۱۰
مقاصد شریعت کی تاریخ	۱۷
مقاصد کی تعیین	۲۲
بعض منہجی مسائل	۲۶
مقاصد اور اجتہاد	۳۲
خلاصۂ کلام	۳۸

بسم الله الرحمن الرحيم

عرض ناشر

المعہد العالمی للفکر الاسلامی کے لئے خوشی ومسرت کا موقع ہے کہ وہ علم مقاصد شریعت (جو کہ شریعت اسلامی کے عظیم تر اہداف سے عبارت ہے) کی بابت یہ مختصر تعارف منظر عام پر لا رہا ہے، اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر محمد ہاشم کمالی ہیں، جو متعدد موضوعات کے متخصص (Specialized) ہیں، ان میں سے ایک موضوع مقاصد شریعت بھی ہے۔

چونکہ انگریزی زبان میں علم مقاصد کی بابت معدودے چند کتابیں ہی دستیاب ہیں۔ اس لئے المعہد العالمی نے علم مقاصد کی بابت متعدد کتابوں پر مشتمل ایک سلسلہ کتب کے ترجمے، اور ان کی اشاعت کا ارادہ کیا، تاکہ یہ پیچیدہ موضوع انگریزی داں طبقہ کے سامنے صحیح طریقہ پر پیش کیا جاسکے، معہد نے اب تک ان کتابوں کا ترجمہ شائع کیا ہے: مقاصد الشريعة الاسلامية، از شیخ محمد طاہر بن عاشور، نظرية المقاصد عندالامام الشاطبی از: ڈاکٹر احمد ریسونی، اور نحو تفعيل مقاصد الشريعة (از ڈاکٹر جمال الدین عطیہ) ان ترجموں کے علاوہ معہد نے اس موضوع پر ڈاکٹر جاسر عودہ کی انگریزی زبان میں لکھی گئی ایک کتاب بھی شائع کی ہے، جس کا ترجمہ "مقاصد الشريعة للتشريع الاسلامی: رؤية منظومية کے عنوان سے عربی زبان میں ہو رہا ہے۔

چونکہ ایک جانب یہ موضوع خاصا پیچیدہ اور متعدد ذہنی چیلنجس پر مشتمل ہے، اور دوسری جانب اس کی بابت شائع ہونے والی اکثر کتابیں بنیادی طور پر علماء، متخصصین اور اعلی درجہ کے تعلیم یافتہ حضرات کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہیں، اس لئے المعہد العالمی کے لندن کے دفتر نے مذکورہ بالا کتابوں کے ساتھ ساتھ اس موضوع کی بابت کچھ آسان اور مختصر کتابیں شائع کرنے کا فیصلہ بھی

کیا، تاکہ یہ کتابیں ایک عام قاری کے لئے آسان اور قابل استفادہ مواد فراہم کریں، زیر نظر کتاب کے علاوہ اس موضوع پر حسب ذیل کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں: "مقاصد الشريعة : دليل للمبتدي" از ڈاکٹر جاسر عودہ، "الرؤية الاسلامية للتنمية في ضوء مقاصد الشريعة" از ڈاکٹر محمد عمر چھاپرا، ان دونوں کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں ہو چکا ہے، اور یہ انشاء اللہ جلد ہی منظر عام پر آئیں گی۔

انس الشیخ علی
اکیڈمک سکریٹری
المعہد العالمی للفکر الاسلامی
شاخ لندن
لندن
جون ۲۰۱۰ء / رجب ۱۴۳۱ھ

مقاصد شریعت:
تشریع اسلامی کے اہداف

زیر نظر رسالہ پانچ فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل مقاصد شریعت کی عام تعریف اور قرآن مجید میں اس علم کی بنیادوں سے بحث کرتی ہے۔ دوسری فصل مقاصد کی تقسیم اور ان ترجیحات کی ترتیب کے موضوع پر ہے جو مقاصد کی درجہ بندی کی بنیادی صفت ہے۔ تیسری فصل اس علم کے تاریخی مراحل اور اس کے ممتاز علماء سے اعتناء کرتی ہے، اس سلسلے میں خاص طور پر امام ابو اسحاق ابراہیم شاطبی کے نظریۂ مقاصد پر توجہ دی گئی ہے۔ چوتھی فصل مختلف علماء کے یہاں مقاصد کی تعریف کے سلسلے میں پائے جانے والے فرقوں سے بحث کرتی ہے، پانچویں اور آخری فصل مقاصد اور اجتہاد کے درمیان تعلق پر روشنی ڈالتی ہے، اور ان پہلوؤں کو سامنے لاتی ہے جن میں مقاصد اپنا کردار ادا کر کے اجتہاد کو محکم، وسیع اور عمیق بنا سکتے ہیں۔

مقاصد شریعت کی بنیاد کی حیثیت رکھنے والے نصوص:

بلاشبہ مقاصد شریعت، یعنی شریعت کے اہداف، شریعت اسلامی کے اہم ترین موضوعات میں سے ایک ہیں، لیکن اس موضوع پر وہ توجہ نہیں دی گئی جس کا یہ مستحق تھا۔ شریعت کی بنیاد فرد اور معاشرہ کی مصلحت پر ہے، احکام شریعت ان مصالح کی حفاظت کرتے ہیں اور انسانی زندگی کو آسان، بہتر اور کامل بناتے ہیں۔ بعثتِ نبویؐ کی اہم ترین غایت کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن اس حقیقت کو واضح طور پر بیان کرتا ہے، مثلاً: ﴿وما أرسلناک إلا

رحمة للعالمین﴾[انبیاء:۱۰۷](اے محمد! ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے)،اسی طرح قرآن مجید خود اپنی بابت بیان کرتا ہے:﴿وشفاء لمافی الصدور وهدی ورحمة للمؤمنين﴾[یونس:۵۷](اور دلوں کے امراض کی شفا ہے،اور ایمان لانے والوں کے لئے رہنمائی اور رحمت ہے)۔

قرآن وسنت کے بہت سے نصوص دین کے مقاصد میں سے ان دو بنیادی مقاصد (رحمت اور ہدایت) کو مستحکم کرتے ہیں،ان دونوں مقاصد کے تحت ایسی تفصیلات آتی ہیں جو عدل ومساوات کو یقینی بناتی ہیں،اور مشقتوں میں کمی کرتی ہیں۔اسی طرح قرآن وسنت کے احکام کا ایک مقصد خاندان اور معاشرہ کے افراد کے درمیان باہمی تعاون کو مستحکم بنانا ہے۔عدل رحمت خداوندی کا ایک مظہر اور شریعت کا ایک ہدف ہے۔رحمت خداوندی مصلحت کے حصول سے جلوہ گر ہوتی ہے،مصلحت کے حصول کو ہی علماء نے شریعت کا اصل مطلوب اور اس کا وہ ہدف قرار دیا ہے جس کو وجود میں لانے کے لئے ہی شریعت وضع کی گئی ہے،مصلحت کو رحمت کا مکمل مرادف لفظ بھی مانا جا سکتا ہے۔

شریعت کا ایک اور اہم ہدف فرد کی اصلاح ہے،یہ ہدف عدل ومصلحت سے بھی کچھ سوا مقام کا حامل ہے،عدل اور مصلحت دو سماجی اصول ہیں،ان کے اکثر نتائج سماجی تعلقات کے ضمن میں سامنے آتے ہیں،جب کہ فرد کی اصلاح کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان قابل اعتماد ہو جائے، تا کہ شرعی اقدار کا حامل ہو سکے۔فرد کی اصلاح سے شریعت کو مقصود اپنے اکثر سماجی اہداف کا حصول ہی ہے،بہت سے شرعی احکام بالخصوص عبادات واخلاق کی صنف کے احکام کا عام ہدف یہ ہے کہ فرد ایسا تربیت یافتہ ہو جائے کہ اس کے ذہن میں فضائل تقویٰ ہر وقت مستحضر رہیں،تا کہ لوگوں کے لئے مفید کام کر سکے[۱]۔

---

[۱] ملاحظہ ہو: وہبہ زحیلی: نظریۃ الضرورۃ الشرعیۃ،طبع چہارم (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ،۱۴۰۵ھ/۱۹۸۹ء)،ص:۵۰۔

قرآن مجید نے بہت سی آیتوں میں، اور متعدد پیرایوں میں اپنے احکام کے اسباب، ان کے مقاصد اور منافع اس قدر بیان کئے ہیں کہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید کی امتیازی خصوصیت اعمال کا اہداف سے ربط ہے۔ قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص معاملات سے متعلق احکام کے اہداف سے ربط کی امتیازی خصوصیت ضرور محسوس کرے گا، اہداف سے یہ ربط عبادات میں بھی پایا جاتا ہے، مثلاً قرآن مجید نے جہاں وضوء کا طریقہ بتایا ہے، وہاں فوراً ہی یہ وضاحت بھی کی ہے کہ: ﴿**مایرید الله لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطهرکم ولیتم نعمته علیکم**﴾ [مائدہ:٦] (اللہ تم پر زندگی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا، مگر وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کردے) نماز کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے: ﴿ **إن الصلاة تنهیٰ عن الفحشاء و المنکر**﴾ [عنکبوت:۴۵] (بلاشبہ نماز بے حیائی اور غلط باتوں سے روکتی ہے) اسی طرح قرآن مجید میں جہاد کے مقصد کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے: ﴿**أذن للذین یقاتلون بأنهم ظلموا**﴾ [حج:۳۹] (جن کے خلاف جنگ چھیڑی گئی ہے ان کے لئے جنگ کی اجازت دی جاتی ہے کیوں کہ وہ مظلوم ہیں) اس طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کا مقصد ظلم کو روکنا ہے، نماز سے مقصد روح کی پاکیزگی اور اصلاح ہے، اس کے ساتھ ساتھ نمازی نماز سے پہلے وضوء کرکے جسمانی صفائی بھی پاتا ہے۔ قصاص کا مقصد بتاتے ہوئے قرآن مجید نے کہا ہے: ﴿**ولکم فی القصاص حیاة یا أولی الالباب لعلکم تتقون**﴾ [بقرہ:۱۷۹] (اے عقل مندوں تمہارے لئے قصاص میں زندگی کا سامان ہے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو) زکاۃ کی فرضیت کے سبب بیان کرتے ہوئے قرآن مجید نے کہا ہے: ﴿**کی لا یکون دولة بین الأغنیاء منکم**﴾ [حشر:۷] (تاکہ مال تمہارے اغنیاء میں ہی محصور ہوکر نہ رہ جائے) ایک اور جگہ مؤمنوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ دوسری صنف کے سامنے نگاہ نیچی رکھیں، اور اس کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ: ﴿**ذلک ازکی لهم**﴾ [نور:۳۰] (یہ ان کے لئے زیادہ

پاکیزہ ہے)۔

قرآن وحدیث کا طالب علم ایسے بہت سے شرعی نصوص جمع کرسکتا ہے جن میں شرعی احکام کے اسباب، منافع اور مقاصد واضح کئے گئے ہیں، یہ اسباب ومقاصد ان اعمال کی تائید کرنے والے واضح الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں، اسی طرح قرآن وحدیث کا طالب علم نصوص کے اندر برے اعمال کے سلسلہ میں زجروتوبیخ نیز تنقید پر مشتمل ایسے بہت سے ارشادات پاتا ہے جن سے مقصود ان اعمال سے دور کرنا ہوتا ہے، تاکہ ظلم، فساد اور جانب داری کا خاتمہ کیا جاسکے۔ مثلاً تجارت ومعاملات کے میدان میں قرآن مجید نے دھوکہ دہی، سود، ذخیرہ اندوزی اور جوئے کو حرام قرار دیا ہے، اس لئے کہ یہ ایسے ضرررساں اعمال ہیں جو بازار میں انصاف پر مبنی معاملات کئے جانے کے شرعی مقصود سے متصادم ہیں۔ پس تمام احکام کا مشترک مقصد مصالح کا حصول ہے، مقاصدی مطالعات کا یہی اہم ترین بنیادی نکتہ ہے، انصاف درحقیقت مصلحت ہے، اور فرد کی اصلاح بھی درحقیقت مصلحت ہی ہے، اس لئے یہ کہنا بجا ہے کہ مصالح مقاصد کا ہی دوسرا نام ہیں، اور اسی لئے علماء ان دونوں الفاظ کو بطور مترادف استعمال کرتے رہے ہیں۔

مقاصد کی تقسیم:

علماء نے مقاصد یا مصالح کی تمام انواع کو تین قسموں میں تقسیم کردیا ہے، اور ان کی ترتیب نزولی رکھی ہے، ان قسموں میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ ''ضروریات'' ہیں، یہ وہ مصالح ہیں جن سے چارۂ کار ہی نہیں ہے، ان کے بعد ''حاجیات'' کا مرتبہ ہے، یہ وہ مصالح ہیں جو ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں، پھر ''تحسینیات'' کا نمبر ہے، ان سے مراد وہ پسندیدہ امور ہیں جو حاجیات سے کم مرتبہ ہوتے ہیں۔ ضروریات کی تعداد پانچ ہے، جو یہ ہیں: حفاظتِ دین، حفاظتِ زندگی، حفاظتِ نسل، حفاظتِ عقل اور حفاظتِ ملکیت۔ یہ ''ضروریات'' (جیسا کہ ان کے نام سے ہی معلوم ہوتا ہے) ان امور سے عبارت ہیں جو معاشرہ کی زندگی کو صحیح طرز پر قائم

رکھنے کے لئے لازمی ہیں، ساتھ ہی فرد کی زندگی اور اس کی روحانی سلامتی کی حفاظت کے لئے بھی یہ امور لازمی ہیں، اس لئے کہ اگر ان امور کی حفاظت نہ کی جا سکی تو معاشرہ کا نظام اور اس کی پرسکون زندگی غارت ہو جائے گی، شریعت ان مقاصد کی حفاظت اور ان کے استحکام کا ہدف رکھتی ہے، اور ان امور کی حفاظت کے لئے کئے جانے والے کاموں کی تائید کرتی ہے اور ان کو تقویت پہنچاتی ہے۔ مثلاً جہاد حفاظت دین کے لئے مشروع ہوا ہے اور قصاص کا حکم شریعت نے زندگی کی حفاظت کے لئے دیا ہے۔ شریعت ایسے احکام دیتی ہے جو ان مقاصد کے مؤید ہوں اور ان کے لئے ترقی کا ذریعہ بنیں، اسی طرح وہ ان مقاصد میں خلل اندازی پر سزاؤں کے احکام بھی دیتی ہے، مثلاً چوری، زنا اور شراب نوشی وہ گناہ ہیں جن کے مرتکب کو سزائیں (حدود) ملتی ہیں، اس لئے کہ یہ گناہ ان ضروریات کے لئے خطرہ ہیں۔ ان میں سے پہلا گناہ لوگوں کی ذاتی املاک کی حفاظت کے لئے خطرہ ہے، دوسرا خاندان کی زندگی کی سلامتی کے لئے خطرہ ہے، اور تیسرا گناہ عقل انسانی کی سلامتی کے لئے خطرہ ہے۔

مذکورہ بالا میدانوں کے علاوہ میں شریعت کی جانب سے تائید و اثبات کی بات کریں تو تجارتی عمل اور سرگرمیوں کی شریعت نے ترغیب دی ہے، تاکہ انسان کے اندر اپنی ذاتی آمدنی کی خواہش پیدا ہو۔ شریعت نے اس بات کا بھی بہت خیال رکھا ہے کہ تجارتی عمل و مبادلہ (Exchange) رکاوٹوں اور کمزوریوں سے محفوظ رہتے ہوئے جاری رہے۔ اسی طرح خاندان سے متعلق شریعت کے احکام بڑی حد تک ایسے طریقوں سے عبارت ہیں جو خاندان کو اس کے ہر فرد کے لئے پر امن پناہ گاہ بنائیں۔ امت کی ذہنی و تہذیبی سلامتی، علوم وفنون اور تہذیب کی ترقی کو یقینی بنانے کے لئے شریعت نے علم حاصل کرنے اور دوسروں تک علم پہنچانے کی ترغیب دی ہے۔ مختصر الفاظ میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ شریعت اسلامی کے عام نظریہ میں بنیادی مصالح کی تحقیق اہم ترین مقام کی حامل ہے، اس لئے کہ شریعت اسلامی کے تمام احکام کسی

نہ کسی طرح ان مصالح کی حفاظت کرتے ہیں، اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ مصالح ہی شریعت کے بنیادی اہداف سے عبارت ہیں۔

مقاصد کی دوسری قسم جنہیں ''حاجیات'' کہا جاتا ہے، ان کی بابت جیسے کہ ہم نے پہلے کہا تھا وہ ''ضروریات'' کی تکمیل کرنے والے مقاصد ہیں، اس طرح ان کی تعریف ہوگی کہ وہ ایسے منافع ہیں جن کے ذریعہ مشقت اور پریشانیوں کا ازالہ مقصود ہوتا ہے، تاکہ مشقت اور پریشانی عام نظام کے لئے خطرہ نہ بن جائے۔ اس قسم کے تحت ''شرعی رخصتوں'' کی ایک بڑی تعداد آ جاتی ہے، جیسے نماز میں قصر نیز مریض اور مسافر کے لئے روزہ چھوڑنے کی اجازت، یہ امور شریعت کے مسلمانوں پر احسانات ہیں، ان سے مقصود مشقت کا ازالہ ہی ہے، لیکن یہ رخصتیں ''ضرورت'' کے مقام کی نہیں ہوتی ہیں، اس لئے کہ لوگ مجبوری کی حالت میں ان رخصتوں کے بغیر بھی رہ سکتے ہیں۔ رخصتیں تقریباً تمام فرض عبادتوں میں پائی جاتی ہیں، معاملات میں بھی شریعت نے چند استثنائی عقود کی بطور رخصت اجازت دی ہے، جیسے بیع سلم اور عقد اجارہ، اگرچہ یہ دونوں عقود شریعت کے بعض اصولی احکام سے متصادم ہیں لیکن چونکہ لوگوں کو ان کی حاجت ہے اس لئے استثنائی طور ان کی اجازت دے دی گئی، اسی طرح عائلی احکام میں شریعت نے طلاق کی اس وقت اجازت دی ہے جب کوئی اور چارۂ کار نہ ہو، اس طرح غور کریئے تو طلاق بھی رخصت ہی ہے، جس کا مقصد حقیقت میں خاندان کو ناقابل تحمل نزاع سے بچانا ہے۔

اس دوسری قسم کی مصلحت جب پورے معاشرہ سے متعلق ہوتی ہے تو پہلی قسم میں شامل ہو جاتی ہے، اس کی وضاحت کے لئے یہ مثال پیش خدمت ہے: فرد کے لئے عقد ایجار کی صحت ثانوی درجہ کی اہمیت کی حامل ہوتی ہے، لیکن پورے معاشرے کے اعتبار سے ضرورت تک جا پہنچتی ہے۔ اسی طرح عبادات کے سلسلے میں اسلام کی عطا کردہ بعض رخصتیں فرد کی بقاء کے لئے تو دوسرے درجہ کی اہمیت رکھتی ہیں، لیکن معاشرہ کے اعتبار سے پہلی درجہ کی ہو جاتی ہیں۔ اسی

طرح دو قسموں کے مصالح میں تنازع کی صورت میں کم درجہ کی مصلحت کو اعلیٰ درجہ کی مصلحت کے حصول کے لئے قربان کر دیا جائے گا، لیکن اگر کبھی مختلف مصالح کے درمیان ایسا تنازع پایا جائے کہ ان کے درمیان زیادہ اہم مصلحت کا قطعیت کے ساتھ پتہ نہ چل سکے تو اس صورت میں دفع مفسدہ کو جلب مصلحت پر ترجیح دی جائے گی[۱]۔ اس لئے کہ شریعت برائی کے روکنے کو سب سے پہلا مقام دیتی ہے، اس کی وضاحت آں حضرتؐ کی اُس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپؐ نے فرمایا تھا: ''جب میں تمہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو اس پر عمل جتنا کر سکو کرو، لیکن جب کسی چیز سے روکوں تو اس سے مکمل اجتناب کرو[۲]۔

مصالح کی تیسری قسم، جسے ''تحسینیات'' کہا جاتا ہے، کے بارے میں ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ ان سے مراد پسندیدہ اور مرغوب امور ہیں، اس قسم کے مصالح کا ہدف دوسرے درجہ کے تحسینی امور کا حصول اور انسانوں کی عادتوں و طریقۂ کار (خواہ اس کا تعلق کسی بھی گوشۂ حیات سے ہو) میں کمال ہوتا ہے۔ مثلاً شریعت نماز پڑھتے وقت جسم اور لباس کی صفائی کی ترغیب دیتی ہے، مثلاً وہ نماز جمعہ کے لئے عطر لگانے کو کہتی ہے، اس کے بالمقابل شریعت جماعت سے نماز پڑھنے والے کو بدبودار لہسن کھانے سے روکتی ہے۔ اسی کی ایک مثال یہ ہے کہ شریعت مسلمان کو اپنے اوپر واجب زکاۃ سے زائد رقم خرچ کرنے کی ترغیب دیتی ہے، نفل نمازیں پڑھنے کی بھی ترغیب دیتی ہے، اس کی مثالیں بہت ہیں۔ سماجی تعلقات کے باب میں شریعت نرم روی، خوش کلامی، حسن اخلاق وحسن سلوک پر ابھارتی ہے، قاضی اور حکمراں سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ وہ سزا کے نفاذ کے بھوکے نہ ہوں، یہ تمام چیزیں پسندیدہ و مرغوب امور میں سے ہیں، ان مذکورہ بالا چیزوں کا ہدف بہر اعتبار مکمل وحسین زندگی کا حصول ہے۔

---

[۱] ملاحظہ ہو: یوسف القرضاوي: المدخل لدراسات الشريعة الإسلامية (قاہرہ: مکتبہ وہبہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء)، ص: ۷۰-۷۱۔

[۲] نسائی، السنن، المناسک، وجوب الحج۔

مصالح کی اس تیسری قسم کی اپنی الگ اہمیت ہے، اس کا دائرہ نہایت وسیع ہے اور یہ تمام دیگر مصالح سے وابستہ ہے، مثلاً انسان فرض نماز مختلف طریقوں سے پڑھتا ہے، کبھی اس کا ذہن حاضر ہوتا ہے، اور کبھی غائب، کبھی نماز کو مکمل اطمینان کے ساتھ ادا کرتا ہے اور کبھی جلد بازی میں، ان دونوں کے درمیان فرق واضح ہے، ایک شخص فرائض کے علاوہ پسندیدہ امور کی بھی رعایت کرتے ہوئے مکمل طریقہ پر نماز ادا کرتا ہے، تو دوسرا شخص بس نماز چھوڑنے کے گناہ سے بچ جاتا ہے۔ انسانوں کے تمام اعمال اور ہر حکم شرعی پر ان کے عمل پر یہی بات منطبق ہوتی ہے۔

مقاصد شریعت کی ایک اور تقسیم کرتے ہوئے انہیں ''مقاصد عامہ'' اور ''مقاصد خاصہ'' میں تقسیم کیا جاتا ہے، مقاصد عامہ سے مراد وہ مقاصد ہیں جو اسلام اور شریعت اسلامی کی امتیازی خصوصیات ہوتے ہیں، عام طور پر یہ ہمہ گیر اور بہت وسیع تاثیر کے حامل ہوتے ہیں، مثلاً دفع ضرر شریعت کا ایک عام ہدف ہے، اور شریعت کے ہر حکم اور ہر پہلو پر منطبق ہے، جب کہ مقاصد خاصہ میں سے کچھ (مثلاً) خاندان کے ساتھ خاص ہوتے ہیں، تو کچھ مالی معاملات کے ساتھ، کچھ گواہی دینے سے متعلق ہوتے ہیں تو کچھ حَکَم بنائے جانے سے۔

دو قسموں پر مشتمل ایک اور تقسیم کرتے ہوئے مقاصد شریعت کو ''قطعی مقاصد'' اور ''ظنی مقاصد'' میں تقسیم کیا جاتا ہے، پہلی قسم کے مقاصد پر قرآن وسنت کے واضح دلائل دلالت کرتے ہیں، مثلاً ملکیت کا تحفظ، لوگوں کی حیثیت عرفی کی حفاظت، قضاء، مالی امداد میں قریبی رشتہ داروں کا حق وغیرہ۔ لیکن جب اہداف تخمینی ہوتے ہیں تو وہ مقاصد کا زیر گفتگو مرتبہ نہیں پاتے، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ شراب کی تھوڑی سی مقدار بھی اسی درجہ کی حرام ہے جس درجہ کی حرام بہت زیادہ مقدار ہے، اور شارع یعنی اللہ تعالیٰ کا یہی قصد ہے، تو اس طرح کی رائے مشکوک ہوتی ہے، اس لئے کہ شراب کی بہت تھوڑی سی مقدار بسا اوقات نشہ آور نہیں ہوتی ہے، اور شراب کی حرمت کے سلسلے میں نشہ آوری ہی بنیادی چیز ہے، لہٰذا تھوڑی مقدار کی حرمت بہت مقدار کی

حرمت سے کم تر ہوگی۔

شاطبی نے مقاصد کی ایک اور تقسیم کرتے ہوئے انہیں ''مقاصد شارع'' اور'' مقاصد مکلّف'' میں تقسیم کیا ہے، مقاصد شارع کی مثال: انسانوں کے لئے پاکیزہ اور مفید زندگی کو یقینی بنانا، یہ مقصد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ان اہم ترین مقاصد میں سے ہے جن پر احکام شریعت کی بنیاد ہے۔ دوسری قسم (مقاصد مکلّف) کی مثال ہے: انسان کا زندگی کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے روزگار ڈھونڈنا، یہ مکلّف کا ایک مقصد ہے۔

مقاصد کی ایک اور تقسیم کرتے ہوئے انہیں اصلی (فی نفسہ مطلوب) مقاصد اور تبعی (دوسرے کی وجہ سے) مقصود میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلی قسم کے مقاصد نہایت بنیادی اور معیار کی حیثیت رکھنے والے مقاصد ہوتے ہیں، یہ اہداف شارع یا مکلّف کو فی نفسہ مقصود ہوتے ہیں، احکامِ شریعت کے اعتبار میں ان مقاصد کو اولین درجہ حاصل ہوتا ہے، اور بندوں کے لئے بھی یہ بات لازمی ہے کہ اپنے غور وفکر، اعمال اور طرز عمل میں ان مقاصد کو یہی حیثیت دیں۔ مثلاً علم حاصل کرنا اور دوسروں تک اسے پہنچانا ایک اصلی مقصد ہے، تاکہ انسان اپنے رب کو پہچان سکیں، اس کی عبادت کا صحیح طریقہ جان سکیں، اور اللہ کی صناعی کو سمجھ سکیں اور دریافت کرسکیں۔ اسی طرح شادی کا اصل مقصد تناسل اور دروس میں حاضری کا اصل مقصد انسان کے علم میں اضافہ ہے۔

دوسرے درجہ کے یعنی تبعی مقاصد بنیادی اہداف (اصلی مقاصد) کی تکمیل کرتے ہیں اور انہیں تقویت پہنچاتے ہیں۔ مثلاً شادی کا دوسرے درجہ کا مقصد باہمی الفت وجنسی تعلقات ہیں، طلب علم کے دوسرے درجہ کے مقاصد ڈگری کا حصول، انسان کے حال کی بہتری، اور انسان کے اندر لوگوں کے ساتھ گفتگو ومعاملات کرنے کی صلاحیت میں اضافہ ہے۔

ضروریات کے مرتبہ کے مقاصد واضح طور پر قطعی ہوتے ہیں۔ اسی طرح واضح نصوص سے استقراء کر کے جن مقاصد تک ہماری رسائی ہوتی ہے انہیں بھی قطعی مقاصد میں شمار کیا جاتا

ہے، دیگر وہ مقاصد بھی قطعی شمار ہوتے ہیں جن کی تائید اجماع یا فقہ سے ہوتی ہو۔ ان کے علاوہ پائے جانے والے اضافی مقاصد کو ''ظنی'' کہا جاتا ہے، ایسے مقاصد اس وقت تک ''ظنی'' ہی رہتے ہیں جب تک ان کے حق میں اجماع یا قطعیت کے درجہ تک پہنچانے والی فقہ نہ پائی جائے۔ قطعی وظنی مقاصد میں تعارض کی صورت میں قطعی مقاصد کو ظنی مقاصد پر ترجیح دی جاتی ہے۔

خود قطعی مقاصد کے مابین بھی ترجیحات کے لئے ایک مخصوص ترتیب قائم ہے، اس کے مطابق حفاظتِ دین وزندگی دیگر تینوں ضروری مقاصد (یہ مقاصد پیچھے ذکر کئے جا چکے ہیں) پر مقدم ہیں، اور دیگر تینوں مقاصد میں سب سے پہلا نمبر خاندان کی حفاظت کا ہے، اس کے بعد عقل اور ملکیت کی حفاظت کا نمبر آتا ہے۔ اسی طرح اصلی وتبعی مقاصد کے درمیان بھی ایک ترتیب قائم ہے، جس کے مطابق اصلی مقاصد کو ان مقاصد پر ترجیح حاصل ہوگی جنہیں تکمیلی شمار کیا جاتا ہے، پہلے اور دوسرے درجہ کے بعد ان مقاصد کا نمبر آتا ہے جنہیں مستحبات میں شمار کیا جاتا ہے۔

لیکن ان تمام تفصیلات کے بعد ایک بہت اہم سوال یہ سامنے آتا ہے کہ: کسی مقصد کو مذکورہ بالا قسموں میں سے کسی سے متعلق کرنے کے عمل کو غلطیوں سے بچانے کا کیا طریقہ ہوگا؟ اس لئے کہ مستقل نئے نئے مقاصد ومصالح سامنے آتے رہتے ہیں، اس لئے کسی ایسے طریقۂ کار کی ضرورت ہے جو اس عمل کو منضبط کردے، تاکہ مقاصد کی تعیین وتقسیم میں غیر حقیقی اسباب داخل نہ ہوجائیں۔ ایسے طریقۂ کار کی ضرورت خاص طور پر اس وقت پڑتی ہے جب مقاصد کی تعیین وتقسیم کے عمل میں شخصی یا حلقہ واری جانب داری کارفرما ہونے لگتی ہے، عام طور پر مسائل کے حل کا دارومدار صحیح فہم پر ہوتا ہے، مقاصد کی صحیح تعیین کے سلسلے میں شاید سب سے بہتر طریقۂ کار اجتماعی اجتہاد اور باہم مشاورت کا عمل ہے اور بلاشبہ مقاصد کی صحت پر اہل علم کی کسی مجلس کی تائید سے عالم کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، قانون وپالیسی سازی کے پیش نظر مقاصد کی تعیین میں اس (اجتماعی اجتہاد اور باہم مشاورت) کی ضرورت پڑتی ہے، اہل علم کی ایسی مجلس قانون ساز

کونسل کی ایک مستقل کمیٹی ہوسکتی ہے، یہ کمیٹی شرعی امور نیز دیگر میدانوں کے ماہرین پر مشتمل ہونی چاہیئے۔ اس کی ذمہ داری اہداف ومقاصد شریعت کی تعیین، اہداف کا تعارف، اور ان اہداف کے حصول کے وسائل کی دریافت ہو، نیز اس کا کام حکومت کی پالیسی سازی وقانون سازی کے معاون ہوگا۔

مقاصد شریعت کی تاریخ:

مقاصد شریعت کا یہ موضوع ان شرعی موضوعات میں سے ہے جن پر تاریخ اسلامی کے اوائل میں فقہاء نے کوئی خاص توجہ نہیں کی تھی، اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی مسالک کے فقہی ذخیروں میں خاص مقاصد شریعت پر تحریریں بعد میں لکھی گئی ہیں، بلکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اصول فقہ کے نصاب میں متعدد ایسی کتابیں اب تک چلی آرہی ہیں جن کے زیر بحث موضوعات میں مقاصد شریعت کا تذکرہ تک نہیں پایا جاتا، اس کی ایک بڑی حد تک وجہ اس موضوع کا مزاج ہے، اس لئے کہ یہ فلسفۂ قانون اور اہداف سے متعلق اس کے موقف سے تو بہت بحث کرتا ہے لیکن فقہاء کے زیر بحث رہنے والے مخصوص موضوعات سے کم ہی اعتنا کرتا ہے۔ اسی لئے اگرچہ مقاصد (شرعی موضوعات میں سے ایک مستقل موضوع ہونے کے اعتبار سے) اجتہاد سے واضح طور پر متعلق ہے، لیکن اسے نظریۂ اجتہاد سے متعلق تفصیلی تحریروں میں کوئی توجہ نہیں مل سکی۔

اس وقت کے فقہی رجحانات میں عام طور پر نصوص پر ہو بہو عمل پر زور دیا جاتا تھا، پھر علم اصول فقہ نے بھی بڑی حد تک اس رجحان کو تقویت پہنچائی، یہ ظاہری رجحان فقہائے اہل رائے کے مقابلے میں فقہائے اہل حدیث کے یہاں زیادہ پایا گیا، اہل حدیث فقہائے شریعت کو مکلّف کے لئے اوامر ونواہی اور قواعد کا ایک مجموعہ خیال کرتے ہیں، ان کے نزدیک مکلّف کی مکمل ذمہ داری بس نصوص کا علم حاصل کر کے ان کے مطابق عمل کرنا ہے، حالانکہ کبار صحابہ کا طریقۂ کار یہ بتاتا ہے کہ وہ شریعت کو مجموعۂ احکام کے ساتھ ساتھ مخصوص اقدار کا مجموعہ بھی سمجھتے تھے، ان کے

نزدیک شرعی احکام واضح طور پر چند عظیم اقدار اور اصولوں کی تطبیقات ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ کہ ابتدائی تین صدیوں کے اصحاب نص نے مقاصد شریعت پر بہت زیادہ توجہ نہیں دی، اس علم سے اعتنا امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ/ ۱۱۱۱ء) اور پھر امام شاطبی (۷۹۰ھ/ ۱۳۸۸ء) نے شروع کیا، ان دونوں عظیم عالموں نے نظریۂ مقاصد کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔

عظیم فقہی مسالک نے نظریۂ مقاصد کے بنیادی نقطۂ نظر پر کوئی اعتراض نہیں کیا، لیکن اس کے باوجود مقاصد کو رائج فقہی طریقۂ کار کی بنسبت دوسرے درجہ کی اہمیت ہی ملی۔ صرف ظاہریہ نے ہی یہ بات علانیہ کہی کہ مقاصد اس وقت تک قابل قبول نہ ہوں گے جب تک کسی واضح نص میں اس کی صراحت وتذکرہ نہ پایا جائے، جب کہ اکثر فقہاء نے مقاصد کو صریح نص پر ہی موقوف نہیں رکھا تھا۔ ان کے نزدیک شریعت عقلوں کو مخاطب کرتی ہے، معلل ہوتی ہے، اس کے احکام علتوں اور اہداف سے مربوط ہوتے ہیں، اور ان کی بنیاد ایسے اسباب پر ہوتی ہے جن کی دریافت اہل علم کے لئے ممکن ہوتی ہے۔ علماء کے لئے یہ بات بالکل واضح ہے کہ شریعت کے اہداف اور اس کے عام نقطۂ نظر سے مخالف کسی مسئلہ پر عمل ناقابل قبول ہے۔ ظاہریہ کی بالکل ضد باطنیہ ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ شریعت کا مغز اور نصوص کا ہدف ہمیشہ نص کے غیر ظاہری معنی ہوتے ہیں جو اس کے باطن میں پوشیدہ ہوتے ہیں، اسی وجہ سے اس فرقہ کو باطنیہ کہتے ہیں[۱]۔

مقاصد شریعت کی بابت فقہی مسالک کے نقطہ ہائے نظر متنوع ہیں: ان میں سے بعض نے مقاصد کے ساتھ بہت توسع کا رویہ اختیار کیا ہے، لیکن اہداف ومقاصد شریعت میں غور وخوض کی عام طور پر حوصلہ افزائی نہیں کی گئی، اگرچہ اس رویہ کا واضح طور پر اظہار بھی نہیں کیا گیا، لیکن بہرحال یہ رویہ قرآن مجید کے اس طرز عمل سے ہم آہنگ نہیں ہے کہ اس نے احکام کے پس پردہ پوشیدہ اہداف ومقاصد کی وضاحت سے بہت اعتنا کیا ہے، اور وہ بکثرت واضح وجلی الفاظ میں ان

---

۱ ملاحظہ ہو: احمد الریسونی: نظریۃ المقاصد عند الإمام الشاطبی (رباط، مراکش: مطبعۃ النجاح الجدیدۃ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء)، ص: ۱۴۹۔

اسباب کو بیان کرتا ہے جن پر احکام کی بنا ہوتی ہے۔ مقاصد کی تعیین کے سلسلے میں علماء کے عام طور پر خاموش رہنے کا سبب غالباً ان کا یہ خوف رہا ہوگا کہ کہیں مقاصد کی دریافت کے سلسلے میں اٹکل بازیاں نہ شروع ہو جائیں۔ اس موقع پر کوئی شخص یہ سوال کر سکتا ہے کہ کوئی شخص بنا تخمینہ بازیوں کے کسی بھی چیز کو شارع کے کسی حکم کا مقصد و ہدف کیسے قرار دے سکتا ہے؟ بعض نصوص اگرچہ بعض احکام کے مقاصد واضح طور پر بتاتے ہیں لیکن مقاصد شریعت کو انہی نصوص تک محدود رکھنے سے کام نہیں بنتا، اگلے صفحات میں اس پر تفصیلی روشنی ڈالی جائے گی۔

اسی طرح چوتھی صدی کے اوائل تک تو فقہاء کی تحریروں میں مقاصد کا لفظ بھی استعمال ہونا شروع نہیں ہوا تھا، پھر حکیم ترمذی (متوفی ۳۱۰ھ/ ۹۲۲ء) نے اس کو استعمال کیا، اور امام الحرمین جوینی (متوفی ۴۷۸ھ/ ۱۰۸۵ء) کے یہاں بار بار اس کا استعمال ہوا، غالباً وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے مقاصد شریعت کی تقسیم کرتے ہوئے انہیں تین قسموں: ضروریات، حاجیات اور تحسینیات میں تقسیم کیا، یہ تقسیم ان کے عہد سے آج تک مقبول رہی، پھر امام جوینی کے شاگرد امام غزالیؒ نے جوینی کے افکار کو ترقی دیتے ہوئے عام مصلحت اور تعلیل کی بابت متعدد مسائل پر تفصیلی کلام کیا، یہ کلام ان کی دو کتابوں شفاء الغلیل اور المستصفیٰ میں ملتا ہے۔ مصلحت کو دلیل بنائے جانے کی جو رائے امام غزالی نے پیش کی تھی اسے اگر علی الاطلاق مانا جائے تو محل نظر ہے، لیکن انہوں نے اس مصلحت کو ایسی دلیل بتایا تھا جو مقاصد شریعت کو تقویت دے، البتہ مقاصد کی بابت انہوں نے جو کچھ لکھا وہ شک وشبہ سے بالا تھا، انہوں نے لکھا کہ شریعت ان پانچ اہداف کے حصول کو یقینی بناتی ہے: حفاظتِ دین، حفاظتِ زندگی، حفاظتِ عقل، حفاظتِ نسل اور حفاظتِ ملکیت، ان پانچ امور کی حفاظت اولین درجہ میں واجب ہے[۱]۔

پھر متعدد ممتاز اصحاب قلم نے مقاصد کے موضوع پر قلم اٹھایا، ان حضرات کی تحریریں

۱؎ ابوحامد محمد الغزالی، المستصفیٰ من علم الأصول (قاہرہ: المکتبۃ التجاریۃ، ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء)، ۱/ ۲۸۷۔

اگر چہ کسی متعین نہج پر قائم نہیں تھیں، لیکن انہوں نے مقاصدی افکار کے ارتقاء میں نہایت اہم کردار ادا کیا، مثلاً سیف الدین آمدی (متوفی ۶۳۲ھ/ ۱۳۲۲ء) نے مقاصد کو مختلف قیاسوں کے درمیان تعارض کی صورت میں ترجیح کے معیارات قرار دیا، انہوں نے مقاصد کی مختلف قسموں کے درمیان ترجیح کی ترتیب پر ایک تفصیلی بحث سپرد قلم کی، آمدی نے مقاصد خمسہ کو پانچ مقاصد تک ہی محدود رکھا، لیکن مشہور مالکی فقیہ شہاب الدین قرافی (متوفی ۶۸۴ھ/ ۱۲۸۵ء) نے ان میں ایک مقصد کا مزید اضافہ کیا یعنی: حفاظتِ آبرو۔ ان کے اس نظریہ کی تائید تاج الدین عبد الوہاب بن السبکی (متوفی ۷۷۱ھ/ ۱۳۷۰ء) اور بعد میں محمد بن علی الشوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۴ء) نے کی، بظاہر ضروریات کی تعداد پانچ سمجھنے کی بنیاد حدود کی تعیین کرنے والے قرآنی وحدیثی نصوص تھے، حدود سے مراد متعینہ گناہوں کی شارع کی جانب سے طے شدہ سزائیں ہیں، علماء نے یہ سمجھا کہ حدود کی سزائیں جن چیزوں کی حفاظت کرتی ہیں وہ یقیناً کوئی بنیادی چیزیں ہونگی۔ مقصدِ ضروری حفاظت آبرو، جس کا بعد میں اضافہ کیا گیا اس کی بابت علماء کا شروع میں یہ خیال تھا کہ وہ حفاظتِ نسل (یا حفاظتِ نسب) کے تحت آجاتا ہے، لیکن اس ضروری کے علمبرداروں کی دلیل یہ ہے کہ شریعت نے قذف (تہمت) کی ایک مستقل حد مقرر کی ہے، اور یہ بات ان حضرات کے نزدیک اسے چھٹا ضروری مقصد بنانے کے لئے کافی ہے[۱]۔

عزالدین عبد السلام السلمی (متوفی ۶۶۰ھ/ ۱۲۶۲ء) نے ایک مشہور کتاب قواعد الأحکام تصنیف فرمائی، جس کے بارے میں انہوں نے خود لکھا ہے کہ اس میں انہوں نے اپنے پیشروؤں سے کہیں زیادہ تفصیل کے ساتھ ''مقاصد احکام'' پر کلام کیا ہے، مقاصد کے مختلف پہلوؤں بالخصوص علت ومصلحت سے متعلق پہلوؤں پر گفتگو کی ہے، اپنی کتاب کے آغاز میں لکھتے ہیں: ''قرآن کریم کا اہم ترین ہدف مصالح اور ان کے حصول کے وسائل کو قریب لانا ہے، حصول

[۱] قرضاوی، المدخل، ص: ۷۳۔

مصالح میں مضرتوں کا ازالہ بھی آجاتا ہے۔"[1] سلمی نے یہ بھی لکھا کہ شریعت کے تمام احکام کا ہدف دنیا و آخرت میں انسانوں کے مصالح کا حصول ہے، کہ اللہ تعالیٰ اس قدر عظیم ہے کہ اسے اپنے لئے کسی مصلحت کی ضرورت نہیں ہے، اور اس کے بندوں کی اطاعت اس کے لئے چنداں مفید نہیں ہوتی ہے، اللہ ان سب باتوں سے برتر ہے، اسے نہ گناہ گاروں کے گناہ سے کوئی نقصان پہنچتا ہے اور نہ اطاعت شعاروں کی اطاعت اس کے لئے نفع رساں ہوتی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ شریعت از اول تا آخر بندوں کے مصالح سے ہی اعتنا کرتی ہے۔

غالباً تقی الدین بن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ/ ۱۳۲۸ء) مذکورہ بالا تعداد (پانچ یا چھ) میں شریعت کے ضروری مقاصد کے محدود ہونے کے نظریہ سے آزاد پہلے شخص تھے، انہوں نے اس فہرست میں متعدد امور کا مزید اضافہ کیا جیسے: وفائے عہد، قرابت کے تعلقات کی حفاظت، پڑوسیوں کے حقوق، یہ تو ان کے ذریعہ اضافہ کردہ دنیوی امور تھے، اخروی امور میں سے انہوں نے محبت خداوندی، اخلاص، امانت داری، اور اخلاق کی حفاظت کا اضافہ کیا[2]۔ اس طرح ابن تیمیہ نے مقاصد کے محدود تعداد میں ہونے کے نظریہ کی جگہ قابل اضافہ اقدار پر مشتمل ہونے کا نظریہ اختیار کیا، ابن تیمیہ کے اس طریقۂ کار کو عصر حاضر کے علماء مثلاً احمد ریسونی اور یوسف القرضاوی وغیرہ، کے یہاں قبول عام حاصل ہوا[3]۔ قرضاوی نے مقاصد کی فہرست میں توسیع کرتے ہوئے اس میں اجتماعی تکافل (Joint Liability)، آزادی، شرافت انسانی، اخوت انسانی کا اضافہ کیا، انہوں نے ان سب کو شریعت کے بنیادی مقاصد کے ذیل میں ذکر کیا ہے[4]۔

۱۔ عز الدین عبد السلام السلمی، قواعد الأحکام في مصالح الأنام، تحقیق: طہ عبد الرؤوف سعد (قاہرہ: مطبعہ حسینیہ، ۱۳۵۱ھ)، ۸/۱)

۲۔ تقی الدین بن تیمیہ، مجموعہ فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ، جمع: عبد الرحمان بن قاسم (بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۸ھ، ۳۲-۱۳۴)

۳۔ الریسونی، نظریۃ المقاصد، ص: ۴۴۔

۴۔ قرضاوی، المدخل، ص: ۷۵

بلاشبہ کتاب وسنت کے دلائل کے عام مفہوم اور تفصیلی دلائل ان اضافوں کے حق میں ہیں۔

میں مذکورہ بالا فہرست میں ان امور کا اضافہ کرتا ہوں: اقتصادی ترقی، ٹیکنالوجی اور علوم کو ترقی دینا، اس لئے کہ امت اسلامی کو اقوام عالم میں صحیح مقام دلانے کے لئے یہ دونوں امور لازمی ہیں۔ اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مقاصد شریعت میں توسیع کے امکانات رہتے ہیں، یہ توسیع ایک حد تک ہر زمانے کی ترجیحات کی بنیاد پر ہوگی۔

مقاصد کی تعیین:

پچھلے صفحات میں اس بات کا تذکرہ ہو چکا ہے کہ علماء کے یہاں تعیین مقاصد کے طریقہ ہائے کار مختلف رہے ہیں۔ سب سے پہلے ہم نصی طریقۂ کار کا تذکرہ کریں گے، اس طریقۂ کار کے مطابق مقاصد کی تعیین صریح نص کی بنیاد پر ہی ہوتی ہے، اس لئے کہ ایسا نص صریح حکم یا صریح نہی پر مشتمل ہوتا ہے، اور ایسے نصوص ہی مقاصد کی اولین بنیاد ہوتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ نصوص سے باہر مقاصد شریعت کا کوئی مستقل وجود ہی نہیں ہے۔ اسی لئے صریح و اصولی نص ایک ایسے مقصد کو محتوی ہوتا ہے جس کو شارع نے واضح ویقینی الفاظ کے ذریعہ معتبر بنایا ہوتا ہے، اس کے برخلاف جب کسی وحی پر مبنی نص میں کسی کام پر زجر و توبیخ وارد ہوتی ہے تو وہ منفی مقصد پر دلالت کررہا ہوتا ہے، یعنی زجر و توبیخ سے مقصود نص میں مذکور شر کو روکنا اور اس سے اجتناب برتنا ہوتا ہے، مقاصد کی تعیین کے سلسلے میں نصی طریقہ کی بابت یہ عام رجحان ہے۔

اس عام رجحان کے تحت مختلف رجحانات پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ظاہر یہ مقاصد کو صریح نصوص کی دلالت تک محدود رکھتے ہیں تو فقہاء کی اکثریت کے نزدیک ان مقاصد کی تعیین خود نص کے علاوہ ان اسباب و علل کی بنیاد پر بھی ہوتی ہے جن پر نص دلالت کرتے ہیں[1]۔ مثلاً سب سے بڑے مقاصدی عالم امام شاطبی نے نص میں براہ راست وارد احکام کو ممتاز مقام دینے کی تائید کی

[1] شاطبی: الموافقات، ۲/ ۳۹۳۔

ہے، لیکن ان کا یہ کہنا ہے کہ نص صریح پر تمسک ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ وہ جمود تک پہنچ جائے اور فقیہ نص کے پس پردہ پائے جانے والے اسباب، علت اور مقصد کو غیر معتبر بنا دے، اور بس ظاہری الفاظ و جملوں میں ہی الجھ کر رہ جائے۔ شاطبی کا کہنا ہے کہ اس طرح کا جمود مقصد شارع سے متصادم ہے، اس لئے کہ یہ طرز عمل درحقیقت صریح نص کے اہمال کے مرادف ہے، نص میں وارد اوامر ونواہی کا مطالعہ جب اہداف وعلل کو سامنے رکھ کر کیا جائے گا تو یہ مطالعہ مضبوط بنیاد پر مبنی ہوگا، اور مقصود شارع سے زیادہ ہم آہنگ ہوگا[1] اس کی وضاحت شاطبی نے اس وقت کی ہے جب انہوں نے یہ بتایا ہے کہ نصوص کے ہمہ گیر مطالعہ کے ذریعہ انسان جن مقاصد کو دریافت کرتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں: اصلی اور تبعی حاجی۔ پہلی قسم کے مقاصد مقاصد ضروریہ ہوتے ہیں، ان مقاصد کا حصول اور ان کی رعایت مکلّف کے لئے (اس کے ذاتی رجحانات سے صرف نظر) لازمی ہے، جب کہ حاجی مقاصد کے سلسلے میں مکلّف کو کچھ اختیار حاصل ہوتا ہے۔

نصوص میں وارد احکام کے محیط مطالعہ کے نتیجہ میں متعدد سوالات سامنے آتے ہیں، مثلاً کیا واجب یا حرام کو حکم شرعی کے ہدف کی حیثیت رکھنے والا مطلوب شمار کیا جائیگا؟ اور کیا اس حکم شرعی پر عمل کے وسائل کو حکم شرعی کا ایک حصہ سمجھا جائے گا؟ نصوص شریعت کے مطالعہ کے درمیان ایک اور سوال یہ سامنے آتا ہے کہ: کیا امر شرعی سے متصادم کسی کام سے اجتناب نص کے ہدف اور اس کی غایت کا ناقابل تجزی جز ہے؟ اس طرح کے سوال کا عام طور پر علماء یہ جواب دیتے ہیں کہ شرعی اوامر ونواہی کے اضافی پہلو نص کے اہداف کا ناقابل تجزی جز ہوتے ہیں، خیال رہے کہ تفصیلات کے مطالعہ کے دوران علماء کے درمیان متعدد اختلافات سامنے آئے ہیں اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حکم شرعی کے مخالف عمل کی اگر واضح تعیین کی جاسکتی ہو تو پھر اسے ممنوع ہی سمجھا جائے گا، اکثر احکام شرعی کو سمجھنا آسان ہوتا ہے، اس طرح واضح نص کے مطالعہ کے ذریعہ شرعی

---

[1] ایضاً: ۳/ ۳۹۴۔

احکام کے اہداف اور اس سے متصادم امور کا ادراک بھی ممکن ہوتا ہے، اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ واجب کی ادائیگی کے لئے جس سے چارۂ کار نہ ہو وہ خود بھی واجب ہو جاتا ہے۔

بالکل اسی طرح شاطبیؒ کا کہنا ہے کہ جو امور مقاصد کے مکمل اور ان کے حصول میں معاون ہوں گے وہ خود بھی مقاصد ہو جائیں گے۔ اب ہمارے سامنے ان امور کا سوال آتا ہے جن کی بابت شارع نے سکوت اختیار کیا ہے، بالخصوص جب کہ دیگر متعلق نصوص کا عام مفہوم ایسے کسی امر پر روشنی ڈالتا ہو، سوال یہ ہے کہ: ہم جانتے ہیں کہ مقاصد نصوص شریعت میں مذکور واضح اوامر سے مستنبط کئے جاتے ہیں، تو کیا نصوص کے عام مفہوم سے بھی استقراء کے ذریعہ مقاصد اخذ کئے جا سکتے ہیں؟ اس سوال کا جو جواب شاطبی نے دیا ہے وہ ان کی فکری گہرائی کا پتہ دیتا ہے، ذیل میں ہم ان کے جواب کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

شاطبی نے استقراء کو مقاصد شریعت کی تعیین کے اہم ترین طریقوں میں شمار کیا ہے، بسا اوقات عالم کو نصوصِ شریعت میں کسی موضوع سے متعلق کچھ اشارات ملتے ہیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی اشارہ ایسا نہیں ہوتا ہے کہ اسے متعلقہ موضوع سے متعلق فیصلہ کن کہا جا سکے، لیکن جن نصوص میں یہ اشارے ملتے ہیں ان کا مجموعہ ان نصوص سے حاصل ہونے والے مفہوم کی بابت کسی شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑتا ہے، بالفاظ دیگر کوئی فقیہ متعلقہ عبارتوں کے کلی و مجموعی مطالعہ کے ذریعہ کسی یقینی نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے شاطبی نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں کسی ایک مقام پر بھی یہ وضاحت براہ راست نہیں کی گئی ہے کہ شریعت انسانوں کی مصلحت کے لئے نازل کی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود یہ یقینی ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے، ہمیں اس کا علم مختلف نصوص کے اجتماعی مطالعہ سے ہوتا ہے[۱]۔ شاطبی کا مزید کہنا ہے کہ مصالح کو ان کے وسیع ترین معانی میں اس طرح سمجھنا چاہئے کہ وہ اس دنیوی زندگی اور اخروی زندگی کے

[۱] ایضاً: ۲/ ۶، نیز ملاحظہ ہو: ابن قیم الجوزیہ، اعلام الموقعین عن رب العالمین، تحقیق: محمد منیر الدمشقی، (قاہرہ: ادارۃ الطباعۃ المنیریہ)، تاریخ طباعت مذکور نہیں جلد اول، نیز ملاحظہ ہو: قرضاوی، المدخل، ص: ۸۵۔

تمام مصالح ،فردومعاشرہ کے تمام مصالح ،تمام مادی،نفسیاتی اورروحانی مصالح نیز کم مدتی مصالح اورطویل مدتی مصالح کومحیط ہوجائیں۔مصالح کے اس وسیع ترین تصور کے مطابق ہر ضرر کی ممانعت اورنفی بھی آتی ہے، پھران مصالح اورمنافع کاادراک ہمیشہ ذہن انسانی صرف اپنے بل بوتے پرنہیں کرسکتا ہے، بلکہ اس کے لئے اسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحی اورراہ نمائی کی ضرورت ہوتی ہے[۱]۔

مقاصد کی تین معروف قسموں: ضروریات، حاجیات اورتحسینیات میں تقسیم، اورشارع (اللہ تعالیٰ) کی جانب سے ان تمام مقاصد کی رعایت ایسے امور ہیں جن تک علماءنصوص کے استقراء سے ہی پہنچے ہیں، اس لئے کہ کوئی نص شرعی مقاصد کی اس تقسیم کومعتبر ماننے کاحکم نہیں دیتا ہے، اسی طرح کسی عبادت کے صحیح ہونے یانہ ہونے کے سلسلے میں اجتہاد کاکوئی کردارنہ ہونے کا حکم شروعی بھی ایک ایسااستقرائی قاعدہ ہی ہےجس تک ہماری رسائی اس موضوع کی بابت تفصیلی دلائل کے ذریعہ ہی ہوئی ہے، یہ بات ہمیں اس موضوع کے کسی ایک فیصلہ کن نص سے معلوم نہیں ہوتی ہے۔ یقیناً ہمارے ذکرکردہ یہ اصول عظیم اصول ہیں، ان کے صحیح ہونے کی بابت کوئی شک بھی نہیں ہے، اوران کی بنیاد پرکوئی فیصلہ کرنا اٹکل بازی بھی نہیں ہوگی[۲]۔ استقراء کے ذریعہ ہی علماء کی رسائی اس بات تک ہوئی کہ ضروریات خمسہ: دین، زندگی، عقل، ملکیت اورنسب کی حفاظت شریعت میں اولین درجہ کی اہمیت رکھتے ہیں، اس لئے کہ ان کی بابت یاکسی اورتعداد میں ایسے امورکے قطعی وجوب پربراہ راست دلالت کرنے والاکوئی قطعی حکم شرعی نہیں ہے۔

شاطبی کا یہ استقرائی طریقہ اہداف واقدار کی تعیین ہی تک محدودنہیں ہے، بلکہ اوامر ونواہی میں بھی مؤثر ہے۔اوامرونواہی کی بابت کبھی توکوئی صریح قطعی نص وارد ہوتا ہے اورکبھی

---

[۱] شاطبی، الموافقات، جلداول، ص ۲۴۳ قرضاوی، المدخل، ص: ۶۴-۶۵۔

[۲] شاطبی، الموافقات، ۲/ ۴۹-۵۱، نیز ملاحظہ ہو: شاطبی: الاعتصام (مکہ مکرمہ: المکتبۃ التجارہ، تاریخ طباعت درج نہیں) ۲/ ۱۳۱-۱۳۵۔

ان کا علم متعدد پس منظر کے متعدد نصوص کے مجموعی فہم سے ہوتا ہے[1]۔

بلکہ شاطبی نے اس سے بہت آگے بڑھ کر یہ وضاحت بھی کی ہے کہ استقراء کے ذریعہ ہمیں جن احکام وقواعد کا علم ہوتا ہے وہ شریعت کے اہم ترین مبادی اور بنیادی اہداف ہوتے ہیں، یعنی ان کا مقام ان احکام سے زیادہ ہوتا ہے جن کا براہِ راست تذکرہ نصوص میں پایا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ استقراء احکام کے استنباط میں سب سے اہم طریقۂ کار ہے، اسی طریقہ کو شاطبی نے اپنے نظریۂ مقاصد میں اختیار کیا ہے، اس تفصیل سے مقاصد شریعت میں شاطبی کا اہم کردار واضح ہوجاتا ہے۔

کسی شخص کی بابت ہمارے خیالات شاطبی کے استقراء پر مبنی طریقۂ کار کو سمجھنے میں ہمارے معاون ہیں، اگر کسی شخص کی بابت ہمارے خیالات ایک مدت تک اس کے طرز زندگی کے گہرے مطالعہ کے نتیجے میں وجود میں آئے ہیں تو یہ خیالات ایک وسیع و ہمہ گیر غور وفکر نیز بصیرت پر مبنی ہوں گے، اور یہ ان خیالات سے کہیں زیادہ صحیح ہوں گے جن کی بنیاد اسی شخص کی روزمرہ کی سرگرمیوں سے متعلق متفرق واقعات کو دیکھنے پر ہو۔

بعض منہجی مسائل:

مختلف مقاصد کے ایک دوسرے کے مقابلے میں قوی وضعیف ہونے کا موضوع ابھی تک اپنے ابتدائی مراحل میں ہے، ابھی تک قرآن وسنت اور فقہی اجتہاد سے ماخوذ احکام کو تمام حالات میں ان کے مقاصدی مرتبہ سے مربوط نہیں کیا گیا ہے، مثلاً ابن عاشور کے یہاں ہمیں ان کا یہ قول ملتا ہے کہ: فرعی مقاصد کے مقابلے میں اصلی مقاصد کی تعیین کا موضوع اب تک محروم فروغ وترقی ہے، بلکہ ابن عاشور کے کہنے کے مطابق ابھی تک اس سلسلے میں بھی کوئی نمایاں علمی پیش رفت نہیں ہوئی کہ مقاصد کے وسائل اور غایات ہونے کے سلسلے میں کیسے فرق کیا جائے گا،

---

[1] شاطبی، الموافقات، ۳/۱۴۸۔

اور کیا غایات کی حیثیت رکھنے والے مقاصد دوسرے مقاصد کے ذرائع ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں صرف چند اشارے عزالدین عبدالسلام سلمی کی کتاب قواعد الاحکام اور شہاب الدین قرافی کی کتاب الفروق میں ملتے ہیں[۱]۔ اس سلسلے میں اب تک صرف ضروریات کو پانچ یا چھ قسموں میں تقسیم کرنے کا کام ہوا ہے، جب کہ مقاصد کی دیگر دو قسموں: حاجیات اور تحسینیات کی اب تک تعیین نہ ہوسکی ہے، مقاصد کی ان تین قسموں میں تقسیم نہایت اہم کام ہے اور اس سے عملی مقاصد وابستہ ہیں، اسی طرح ان کے درمیان تمیز بھی ایک عملی ضرورت ہے۔

اس سلسلے میں کچھ اور سوالات بھی سامنے آسکتے ہیں، مثلاً: اس مذکورہ تقسیم مقاصد میں شخصی آزادی اور مساوات کا مقام کہاں ہے؟ اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ ان جیسے موضوعات پر مطالعہ کے لئے یہ ثلاثی تقسیم مناسب مقام نہیں ہے، اس کا صحیح مقام مقاصد کی وہ تقسیم ہے جو انہیں اصلی اور فرعی میں تقسیم کرتی ہے، بلکہ عملی طور پر اس بات کا بھی امکان اور احتمال ہے کہ مساوات اور آزادی کی بابت غور وفکر ضروری یا اصلی مقاصد کے تحت کیا جائے، آزادی اور مساوات پر مطالعہ متعدد تقسیمات کے تحت کیا جاسکتا ہے۔

اگر ان سوالوں کے صحیح جوابوں تک ہماری رسائی ہو بھی جائے گی تو سوالات کا ایک دوسرا مجموعہ ہمارے سامنے آجائے گا، جن میں سے مثلاً ایک سوال یہ ہوگا کہ آزادی کے مختلف پہلوؤں (جیسے دینی آزادی اور اظہار رائے کی آزادی) کی بابت مطالعہ کا مناسب مقام کیا ہوگا۔ اسی طرح کے کچھ سوالات حفاظت نسب کی بابت بھی ہیں، حفاظت نسل ضروریات میں سے ہے، شادی کی مشروعیت حفاظت نسل کے پیش نظر ہے، نیز وہ حفاظت نسب کا بھی ذریعہ ہے، تو کیا اس وجہ سے حفاظت نسب کو حفاظت نسل کا حکم مل جائے گا؟ اس موقعہ پر کسی کے ذہن میں یہ سوال بھی آسکتا ہے کہ کیا یہی حکم عقد نکاح میں گواہوں کی موجودگی کا بھی ہے؟ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر

---

[۱] محمد الطاہر بن عاشور، مقاصد الشریعۃ الإسلامیہ (تیونس: مطبعۃ الاستقامہ، ۱۹۹۶) ص: ۱۳۳۔

کسی کے ذہن میں یہ سوال آ سکتا ہے کہ کیا حفاظت نسل کا یہ حکم طلاق کی مشروعیت کو بھی حاصل ہو سکتا ہے؟ کیا ہم ان تمام امور کو قاعدہ: ''جس کے بغیر واجب کی تکمیل ممکن نہ ہو وہ بھی واجب ہے'' کے مطابق حاجیات میں شمار کر سکتے ہیں؟ یا ہمیں ان احکام کا مطالعہ فرعی مقاصد کے تحت کرتے ہوئے انہیں اصلی وفرعی مقاصد کی فہرست میں رکھنا ہوگا؟ کیا صحیح تقسیم کے لئے ہمارے پاس کچھ راہ نما اصول ہیں؟

یہ بات بالکل واضح ہے کہ کسی مقصد کے فی نفسہ مطلوب ہونے کی بنیاد کو مقاصد کی اس مشہور ترین تقسیم میں استعمال کیا گیا ہے جس کے مطابق مقاصد کی تین قسمیں ضروریات، حاجیات اور تحسینیات ہیں، لیکن بعض دیگر قواعد کا استعمال بھی مقاصد کے درمیان صحیح ترتیب قائم کرنے اور شرعی قواعد و مقاصد کو ان کا صحیح مقام دینے کے لئے کیا جا سکتا ہے، ان قواعد کا استعمال مامورات ومنہیات، واجبات وحقوق اور ان امور کی بابت بھی کیا جا سکتا ہے جن کے بارے میں کوئی حکم شرعی وارد نہیں ہوا ہے، اور اس طرح ان سب کو مقاصد کے کسی ایک مجموعہ میں جگہ دی جا سکتی ہے، ایسے قواعد کو مندرجہ ذیل نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے:

۱- کسی موضوع کی بابت قرآن وسنت میں نص کا پایا جانا یا نہ پایا جانا، یا صحابہ کی کسی رائے کا موجود ہونا یا ان کے درمیان اجماع ہو جانا کسی مقصد کی تعیین اور دوسرے مقصد کے مقابلہ میں اس کے مقام کی بابت نہایت اہم بنیاد فراہم کرتا ہے، نص کے پائے جانے کی صورت میں اس کے واضح یا غیر واضح ہونے، قطعی الدلالہ یا ظنی الدلالہ ہونے، محکم ومفسر یا مجمل ومتشابہ ہونے جیسی صفات حکم کے درجہ کی تعیین اور اسے مقاصد کی صحیح قسم میں رکھنے کے سلسلے میں معاون ہوتی ہیں[۱]۔

۲- مقاصد کی تعیین کے سلسلے میں ایک دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ حکم کے ذریعہ حاصل ہونے والی مصلحت یا اس کے ذریعہ دفع کئے جانے والے مفسدہ پر توجہ کی جائے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ

[۱] تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: محمد ہاشم کمالی، مبادئ الفقہ الإسلامی [انگریزی] (کیمبرج، جمعیۃ النصوص الإسلامیۃ، ۱۹۹۱ء) فصل سوم بابت فہم نصوص کے قواعد۔

جس حکم شرعی پر غور کیا جائے اس کے اجتماعی منافع و مفاسد کی معاصر سماجی حالات کے تحت عقلی مرتبہ سازی کی جائے گی۔ اسی طرح کبھی کبھی اس پہلو پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے کہ مطلوبہ فائدہ عام ہے اور زندگی کے بنیادی امور سے متعلق ہے یا جزوی اور خاص ہے۔ مثلاً عدل و انصاف عام مقصد ہے، لیکن بعض عقود مثلاً بیع جزاف اور قرض حسن وغیرہ کا فائدہ لوگوں کی کسی بڑی تعداد کو نہیں پہنچتا ہے، نیز ان کا فائدہ انسانوں کے اہم ترین مصالح کی بابت نہیں ہوتا ہے، لیکن ہمیشہ صرف حکم شرعی کے جان لینے سے کسی حکم کے مقصد شرعی، اس سے حاصل ہونے والی مصلحت یا اس کے ذریعہ دفع کئے جا رہے مفسدہ کا پورا علم نہیں ہو پاتا ہے، بلکہ اس کے لئے غور وفکر اور اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے[۱]۔

۳- ایک عالم مقاصد کی دریافت اور ان کی اہمیت و مرتبہ کے اندازہ کے لئے فقہی مطالعات اور پانچ مشہور احکام (واجب، مستحب، مکروہ، جائز اور حرام) جن کی تعداد احناف کے نزدیک سات ہے (کہ وہ اس تعداد میں مکروہ تحریمی اور فرض کا اضافہ کرتے ہیں) سے متعلق فتاویٰ کے مطالعہ سے مدد لے سکتا ہے۔ فقہاء نے حرام امور کی جو دو قسمیں کبائر اور صغائر بیان کی ہیں ان سے بھی اسے دیگر اہم معلومات مل سکتی ہیں، اسی طرح اسلام کے پانچوں ارکان کی بابت صریح نصوص کی بنیاد پر لکھی گئیں فقہی تحریریں اور کتابیں بھی اس سلسلے میں مفید ہوں گی، اس موقع پر اس بات کا تذکرہ بھی مناسب ہے کہ مستحب، مکروہ اور صغائر جیسی ہماری ذکر کردہ قسموں میں اخلاقی امور شامل ہیں۔

۴- مقاصد کے مراتب کی تعیین کا ایک اور طریقہ چند اعمال کے ارتکاب پر شریعت کی طے کردہ سزائیں ہیں، ان اعمال کے ارتکاب کی ان سزاؤں سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کے ضد اعمال کو شریعت نے کیا مقام دیا ہے۔ ابتدائی علماء کے ذریعہ مقاصد کے سلسلے میں حدود کی

[۱] عبدالمجید نجار، ''تفصیل المقاصد الشرعیۃ فی معالجۃ القضایا المعاصرۃ للأمۃ'' مقاصد الشریعہ کے موضوع پر جامعہ اسلامیہ ملیشیا میں ہونے والی کانفرنس کے مجموعہ مقالات میں شامل مقالہ، جلد اول۔

جانب رجوع کرنا بالکل فطری بات تھی، اور ہمارا ذکر کردہ یہ طریقہ ان بزرگوں کی کاوشوں سے ہم آہنگ ہے۔ خود حدود کے اندر بھی غور کریں تو قذف اور شراب پینے جیسے گناہوں کی سزائیں (حدود) قتل وزنا جیسے گناہوں کی سزاؤں سے کم تر ہیں، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قذف اور شراب پینے جیسی گناہوں کی سزائیں جن اقدار کی حفاظت کے لئے مشروع ہیں وہ ان مقاصد کے مقابلے میں کم تر درجے کے مقاصد (حاجیات) ہیں جن کے حصول کے لئے سخت سزائیں مشروع کی گئی ہیں۔ اس موقعہ پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ نشہ آور اشیاء کی سزا تعزیری ہے، اسے قاضی یا حکمراں کی صواب دید پر چھوڑ دیا گیا ہے، اس کے باوجود اس سزا کو حدود کی فہرست میں داخل کردیا گیا ہے، حالانکہ خود قرآن نے اس کی سزا کی تعیین نہیں کی ہے[1]۔

۵- کسی حکم پر عمل کرنے کا جو ثواب یا کسی حکم کے ترک پر جو سزا نصوص شریعت میں مذکور ہوتی ہے اس کی کیفیت سے بھی احکام ومقاصد کے مراتب کی تعیین میں مدد لی جاسکتی ہے، یعنی کسی عمل پر ملنے والا ثواب شارع کی نگاہ میں اس عمل کی اہمیت سمجھنے میں معاون ہوتا ہے، اسی طرح ہم مخصوص نص میں غور وفکر کرکے اس عمل کے مرتبہ کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نص میں کسی بنیادی مقصد یا کم اہم مقصد کا تذکرہ ہوتا ہے، اس طریقۂ کار کے استعمال میں حکم بیان کرنے والے نص اور انسان کے فہم کتاب وسنت پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ مثلاً والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے کے لئے زبردست ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، اوران کے ساتھ بدسلوکی کرنے والے کو زبردست گناہ کا مرتکب قرار دیا گیا ہے، اس کی ایک دوسری مثال وہ حدیث نبوی ہے جس میں آں حضرتؐ کی جانب جان بوجھ کر کوئی غلط بات منسوب کرنے پر زبردست وعید وارد ہوئی ہے، ان دونوں مثالوں میں مقصد بالکل واضح ہے، ان دونوں کو ضروریات کا مقام دیتے ہوئے پہلے (والدین کے ساتھ حسن سلوک) کو حفاظت خاندان یا حفاظتِ نسب اور دوسرے کو حفاظت دین میں شامل

[1] م۔ھ۔کمالی، العقوبة في الشريعة الإسلامية: نظرات في قانون الحدود (کلانتون) کوالالمپور: الناشر العلمی، ۲۰۰۰ء) ص:۴۱-۴۲۔

کیا جا سکتا ہے۔ ان دونوں وعیدوں کا مقابلہ اس ثواب سے کرنا چاہئے جو شارع بیوی، دیگر اہل خانہ اور زندگی کی بنیادی ضرورتوں پر خرچ کرنے یا چرند و پرند کو کھلانے پر دیتا ہے۔ اہل خانہ پر خرچ کرنے کا مقصد افراد خانہ کے مابین محبت کے تعلقات کو مستحکم کرنا ہے، یہ حاجی مقصد ہے، جب کہ جانوروں کی محبت کا درجہ اس سے کم تر ہے، لہٰذا وہ تحسینیات میں شامل ہے۔

لیکن اس آخری مقصد یعنی جانوروں کی محبت کو دیگر احادیث میں اس سے زیادہ اہم مرتبہ دیا گیا ہے، مثلاً ایک حدیث میں اس عورت کے لئے سخت سزا بتائی گئی ہے جس نے اپنی بلی کو بند کر کے بھوکا رکھا تھا، یہاں تک کہ وہ مر گئی تھی، اسی طرح ایک اور حدیث میں اس شخص کے لئے زبردست اخروی ثواب بیان کیا گیا ہے جس نے اس کتے کی زندگی بچائی تھی جو صحراء میں پیاس سے جاں بلب تھا، بہت سی حدیثوں میں بظاہر چھوٹی نظر آنے والی عبادتوں پر ثوابِ عظیم کی بشارت دی گئی ہے، مثلاً کسی متعین وقت میں کسی متعین آیت کی تلاوت کرنا، یا اسے ایک متعینہ تعداد میں پڑھنا، بسا اوقات خود ایسی حدیث میں ہی چھوٹے عمل پر عظیم ثواب ملنے کا سبب بھی مل جاتا ہے، مثلاً کبھی عمل کی قدر و قیمت رمزی ہوتی ہے، اس لئے کہ اصل اہمیت خود عمل کی نہ ہو کر اس سے وابستہ جذبہ کی ہوتی ہے، مثلاً عمل کبھی کبھی مسلمان کے جذبۂ رحم و محبت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ پس ان بشارتوں میں استعمال کی جانے والی تعبیرات کا مقصد بسا اوقات مسلمان کے دل میں عمل کی خواہش پیدا کرنا ہوتا ہے، اسی طرح ان تعبیرات کا ایک مقصد مسلمان کی توجہ کسی ایسے عمل کی جانب متوجہ کرنا بھی ہوتا ہے جس کو وہ اہمیت نہیں دیتا ہے، اسی لئے علماء کہتے ہیں کہ ان جیسی حدیثوں میں مذکور وعدو وعید حدیث میں مذکور مقدار کے مطابق مقصود نہیں ہے[۱]۔

ہماری ذکر کردہ ان مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بسا اوقات کم تر درجہ کا مقصد یا ہدف ایسے مخصوص حالات میں اہمیت حاصل کر جاتا ہے جب کسی شدید بحران یا زندگی کے لئے

---

[۱] ملاحظہ ہو: نجار: "تفعیل المقاصد" ص: ۲۶-۲۷۔

کسی خطرہ سے عبارت حالات اس سے متعلق ہو جاتے ہیں، ایسی حالت میں فقیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ زیر غور مقصد کے گردو پیش کے حالات سے تعلق پر نگاہ رکھے۔ مثلاً موت کے خطرہ سے کسی جانور کی حفاظت کی صورت میں تحسینی مقصد ضروریات کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جانوروں کے ساتھ ہمدردی کو تحسینی سمجھنے کی ہماری بنیادی رائے میں کوئی فرق آ گیا ہے۔

۶- اسی طرح کسی حکم کی کتاب وسنت میں تکرار سے بھی فقیہ اس حکم کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتا ہے، مثلاً قرآن مجید اور حدیث نبوی میں انصاف، رحم دلی اور صبر واستقامت کا تذکرہ بار بار آیا ہے، اس موقع پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ تکرار کی مقدار واجب وحرام کے سلسلے میں زیادہ مؤثر نہیں ہوتی بلکہ اس کی اہمیت اخلاقی مستحب ومکروہ امور کے سلسلے میں زیادہ ہوتی ہے، لہٰذا جب قرآن یا حدیث کے کسی نص میں کسی عمل کے واجب یا حرام ہونے کی قطعی صراحت پائی جائے گی تو ہم اس کے وجوب یا حرمت کی بابت کسی اور نص کی تلاش نہیں کریں گے۔ البتہ احناف ایسے موقع پر بھی تکرار کو تحریم یا وجوب پر نصوص کی صراحت کی طرح اہمیت دیتے ہیں۔ اس تکرار کے ذریعہ وہ اپنی اصطلاح کے مطابق واجب کو فرض اور مکروہ کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں (مکروہ تحریمی کا مطلب ہے وہ مکروہ جو حرام سے قریب تر ہو، اس کے بالمقابل جائز سے قریب تر کو وہ مکروہ تنزیہی کہتے ہیں[۱]) یعنی ان اخلاق سے متعلق حالات میں تکرار کی تاثیر صریح تشریعی اوامر سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

مقاصد اور اجتہاد:

امام شاطبیؒ نے اپنے نظریۂ مقاصد کی تشریح کے بعد اس بات پر زور دیا ہے کہ مقاصد شریعت کا علم مجتہد ہونے کی اولین شرط ہے، اور جو مجتہد بھی مقاصد کا بھرپور علم حاصل نہیں کرے گا

---

[۱] اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: کمالی، مبادئ الفقہ الإسلامی [انگریزی] فصل بابت حکم شرعی۔

وہ اپنے اجتہاد کی صحت کو خطرہ میں ڈالے گا، باطل فرقوں کے ساتھ ایسا ہی ہوا، انہوں نے قرآن مجید کے صرف ظاہر پر غور کیا، اس کے اہداف اور اس کی حقیقت سے صرف نظر کیا، ان باطل فرقوں (ان کی مراد بطور خاص خوارج ہیں) نے قرآن کی متشابہ آیات کی اپنے بنیادی عقائد وافکار کے مطابق تشریح کی، انہوں نے قرآن کا اسے ٹکڑوں ٹکڑوں میں بانٹ کر مطالعہ کیا، جس کی وجہ سے وہ باہم متعلق آیات میں ربط قائم نہ کرسکیں۔ جب کہ عظیم علماء نے شریعت کو ایک ایسی باہم مربوط اکائی مانا جس کے تفصیلی احکام کو وسیع ترین مبادی اور ان کے تابع مقاصد کی روشنی میں سمجھنا ضروری ہے[۱]۔ مقاصد شریعت کے ایک اور عظیم عالم ابن عاشور نے بھی اپنی کتاب مقاصد الشریعۃ الإسلامیۃ میں مقاصد کے علم کو اجتہاد کی تمام قسموں کے لئے لازمی قرار دیا ہے[۲]۔ طاہر بن عاشور کا خیال ہے کہ بعض علماء نے اپنے اجتہاد کو نصوص کے حرفی فہم تک محدود رکھا ہے، جس کی وجہ سے انہوں نے نصوص کو اپنی مخصوص آراء کا رنگ دے دیا ہے، اور اس طرح انہوں نے نصوص شریعت کی عام روح اور گرد وپیش کے حالات سے صرف نظر کر کے بڑی غلطی کی[۳]۔ اس کی وضاحت اس مسئلہ کی بابت علماء کی مختلف آراء کے تجزیہ سے ہوجاتی ہے کہ کیا کھجور اور گیہوں جیسی پیداوار کی زکاۃ خود اسی جنس سے نکالنا ضروری ہے یا اس کی قیمت کے بقدر مال کی ادائیگی بھی کی جاسکتی ہے۔ احناف اس صورت میں رقم کی صورت میں زکاۃ کی قیمت کی ادائیگی کے قائل ہیں، لیکن امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ/ ۸۲۰ء) نے اس سلسلے میں احناف سے اختلاف کیا ہے۔ احناف کی رائے کی بنیاد یہ ہے کہ زکاۃ کا مقصد غریب شخص کی ضرورت کی تکمیل ہے، اور یہ مقصد اسے پیداوار میں واجب زکاۃ کی قیمت ادا کر کے بھی اسی طرح حاصل ہوجاتا ہے جس طرح خود اسی جنس سے زکاۃ کی ادائیگی سے ہوتا ہے، اسی طرح صدقۂ فطر کے سلسلے میں ابن قیم کا کہنا ہے

۱ ایضاً ۴/۱۷۹۔

۲ ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ، ص: ۱۵-۱۶۔

۳ ایضاً ص: ۲۷۔

کہ ایک حدیث میں فقیر کو کھجور دینے کی بات کہی گئی ہے، اور دوسری حدیث میں غلوں یا انگور کی بات کہی گئی ہے، یہ چیزیں درحقیقت اس وقت کے مدینہ اور مضافات کے باشندگان کی غذا تھیں، اوران میں سے کسی ایک کی ادائیگی سے مقصود غریب کی حاجت کی تکمیل تھی، نہ کہ اس ادائیگی کو کسی مخصوص غذا میں محدود کرنا[1]۔ امام مالکؒ (متوفی ۱۷۹ھ/ ۷۹۵ء) سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص حولان حول ہونے سے پہلے ہی زکاۃ ادا کر دے تو کیا حولان حول ہونے پر اسے اپنی زکاۃ دوبارہ ادا کرنی ہوگی؟ امام مالکؒ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا اس پر دوبارہ زکاۃ دینا واجب ہے، انہوں نے اس کو فرض نماز پر قیاس کیا، کہ فرض نماز کو وقت سے پہلے پڑھ لینا جائز نہیں ہے، اور اگر کوئی وقت سے پہلے نماز پڑھ لے گا تو پھر وقت کے اندر اس کا اعادہ لازمی ہوگا، لیکن بعد کے مالکی فقہاء مثلاً ابن عربی (متوفی ۵۴۳ھ/ ۱۱۴۸ء) اور ابن رشد (متوفی ۵۲۰ھ/ ۱۱۲۶ء) نے اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے قبل از وقت زکاۃ کی ادائیگی کو جائز قرار دیا، انہوں نے اپنی رائے پر استدلال کرتے ہوئے کہا کہ نماز اور زکاۃ میں ایک یہ فرق ہے کہ نماز متعینہ اوقات کے ساتھ خاص ہے، جب کہ زکاۃ کی ادائیگی کو کسی متعین زمانہ کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا ہے، لہٰذا زکوۃ کی ادائیگی چند ہفتوں پہلے بلکہ بہت پہلے بھی جائز ہے[2]۔

اہل حدیث امام ابوحنیفہ پر یہ تنقید کرتے ہیں کہ وہ (بقول ان حضرات کے) حدیث کے مفہوم کے خلاف فتوی دے کر حدیث کے الفاظ کی مخالفت کرتے ہیں، حالانکہ غور کرنے سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث کے بیان کردہ ظاہری حکم کو تبھی چھوڑتے ہیں جب قرآن وسنت کے دیگر دلائل کی روشنی میں اس حدیث پر غور کرتے وقت ان کی راہنمائی کسی دوسرے حکم کی جانب ہوتی ہے۔

اس موقع پر ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ بسا اوقات مجتہدین اور قاضی اختلافی امور

---

۱ ابن قیم، اعلام الموقعین ۳/ ۱۲، ریسونی، نظریۃ المقاصد، ص: ۳۳۶۔

۲ ملاحظہ ہو: ریسونی، نظریۃ المقاصد ص: ۳۳۸-۳۳۹۔

سے متعلق کچھ احکام صادر کرتے ہیں، لیکن پھر مزید غور وفکر کے بعد ان کے سامنے یہ حقیقت آتی ہے کہ ان کے جاری کردہ یہ احکام شریعت کے اغراض ومقاصد سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔ ایسا عقود کے سلسلہ میں بھی ہوتا ہے، اس لئے کہ بسا اوقات کسی عقد کے تمام فریقوں نے اسے ایک مخصوص صورت میں طے کیا ہوتا ہے، اور وہ سب کے حق کو ادا بھی کرنے لگتا ہے، لیکن پھر حالات میں غیر متوقع تبدیلی کے نتیجہ میں یہی عقد کسی ایک فریق پر ظلم کا سبب بن جاتا ہے، ایسی صورت میں مجتہد یا قاضی عقد کے طے ہونے کے بعد وجود میں آنے والی تبدیلیوں سے صرف نظر نہیں کر سکتے ہیں، اور نہ ہی وہ اس عقد کو اس لئے ''مُلزِم'' (فریقوں کو طے شدہ امور کا پابند بنانے والا) بنائے رکھ سکتے ہیں کہ یہ عقد ظاہری طور پر ''مُلزِم'' ہے۔ جب یہ معلوم ہو جائے گا کہ ان دونوں فریقوں کے درمیان پایا ہوا معاہدہ کسی ایک کی حق تلفی کا سبب بن رہا ہے تو پھر اس معاہدہ کی تفصیلات کا اعتبار نہ رہے گا، بلکہ ایسی صورت میں معاہدہ کی تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے انصاف کا خیال رکھنا لازمی ہوگا، اس لئے کہ انصاف شریعت کا مقصد ہے، اور وہ اس معاہدہ سے کہیں زیادہ اہم ہے جو اب اعتبار کا حق دار نہیں رہا ہے[۱]۔ بسا اوقات شریعت کے کسی بڑے ہدف اور اس حکم کے درمیان تضاد پایا جاتا ہے جس تک فقیہ کی رسائی قیاس کے ذریعہ ہوتی ہے (یہ موقعہ مثالیں دینے کا نہیں ہے) ایسی صورت میں اگر فقیہ قیاس پر جمود اختیار کرے گا تو نتائج قابل قبول نہ ہوں گے، ایسی صورت میں وہ استحسان کا اعتبار کرے گا، تاکہ مقاصد شریعت سے ہم آہنگ دوسرے حکم تک پہنچ سکے[۲]۔

اجتہاد کا ایک اور پہلو بھی ایسا ہے کہ فقیہ کو اس پر توجہ دینی چاہئے، یہ پہلو ہے حکم کا نتیجہ۔ اگر مجتہد اپنے ذریعہ صادر کئے گئے حکم کے انجاموں کا اعتبار نہ کرے تو اس کا فتویٰ یا اجتہاد غلط

---

۱ ملاحظہ ہو: وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، طبع سوم (دمشق: دار الفکر، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء) ۴/ ۳۲، نیز استحسان کی بابت توضیحی دلائل کے لئے ملاحظہ ہو: محمد ہاشم کمالی، مبادئ الفقہ الاِسلامی، ص: ۲۲۵ اور اگلے صفحات۔

۲ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو، حوالہ بالا، فصل بابت استحسان۔

ہوگا، ذخیرۂ حدیث میں رسول اکرمؐ کے ذریعہ حکم کے انجام کے اعتبار کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، آپؐ دیگر امور سے زیادہ اس کو اہمیت دیتے تھے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب منافقین نے تخریبی کارروائیاں انجام دیں تو آپؐ کے صحابہ کو خیال ہوا کہ آپ انہیں سزا دیں گے، لیکن آپ نے ایسا نہ کیا، اور اس کا سبب یہ بتایا کہ: ''کہیں لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں[1]۔ اسی طرح آں حضرتؐ نے کعبہ کو شہید کر کے اسے دوبارہ ان بنیادوں پر تعمیر نہیں کیا جن پر حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کیا تھا، اہل مکہ نے زمانۂ جاہلیت میں کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر نہ کی تھی، حضرت عائشہ نے دریافت کیا کہ آپؐ کعبہ کی عمارت کو شہید کر کے حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر تعمیر کیوں نہیں کر دیتے، تو آپؐ نے فرمایا: میں ایسا کرتا، لیکن مجھے قریش سے ڈر ہے کہ وہ بس ابھی ابھی کفر سے نکلے ہیں[2]۔ مذکورہ بالا دونوں مثالوں میں آں حضرتؐ نے وہ رائے اختیار نہیں کی جسے دوسرے لوگ معقول رائے سمجھ رہے تھے، یعنی پہلی مثال میں منافقین کا قتل، اور دوسری مثال میں کعبہ کی عمارت کو شہید کر کے اسے حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کرنا، آپؐ نے ان دونوں رایوں کو اس لئے اختیار نہیں کیا کہ آپؐ کو ان کے برے نتائج کا ڈر تھا۔

جرائم وغیرہ میں عام طریقۂ کار یہ ہے کہ جب بھی انسان قابل سزا جرم کا ارتکاب کرے گا اس پر سزا نافذ ہوگی، لیکن بعض حالات میں مجرم کو معاف کر دینا ہی زیادہ بہتر ہے، قاضی اور مجتہد کو ایسے حالات کا علم ہونا چاہئے، اور حکم دیتے وقت ان حالات کا خیال رکھنا چاہئے، شاطبی نے اس مسئلہ پر توجہ دی ہے، اور عام معمول کی علت (جو مجتہد سے زیر غور مسئلہ کی بابت ایک مخصوص حکم کی متقاضی ہوتی ہے) اور ان کے الفاظ میں ''تحقیق المناط الخاص'' (یعنی خاص حالات کی خاص علت کے اعتبار) کے درمیان واضح فرق بیان کیا ہے۔ کبھی مجتہد صرف عام حالات کی علت پر

---

[1] بخاری، صحیح، کتاب المناقب، باب ما نُھی من دعوی الجاہلیۃ۔

[2] مالک بن انس، موطا، کتاب الحج، باب ما جاء فی بناء الکعبۃ، ریسونی، نظریۃ المقاصد، ص: ٣٥٤۔

توجہ مرکوز رکھتا ہے، مثلاً کسی شخص کے مستحق زکاۃ ہونے اور گواہ کے اہل ہونے جیسے مسائل پر غور و فکر کرتے وقت، لیکن کبھی کبھی مجتہد کو کسی متعین مسئلہ کے لئے مخصوص حکم کی ضرورت ہوتی ہے، ایسی صورت میں وہ دیکھتا ہے کہ عام حالات کا حکم اس مخصوص صورت میں مناسب ہے یا نہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجتہد کو صرف زیر نظر مسئلہ کے شرعی احکام اور متعلقہ دلائل کا ہی علم نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اسے ضرورت بھر بصیرت اور حکم کی حکمت کا علم بھی ہونا چاہئے، تا کہ حکم اپنے عام نتائج کے اعتبار سے اور مخصوص حالات میں بھی اپنے نتائج کے اعتبار سے مناسب ہو[1]۔

---

[1] شاطبی: الموافقات: ۴/ ۹۷۔

خلاصۂ کلام

مقاصد شریعت کی بنیاد یقیناً کتاب وسنت کے نصوص میں وارد احکام پر ہے، لیکن ان کی دریافت نصوص کے عام مطالعہ نیز ان کے اہداف کی روشنی میں ہوتی ہے، اس سلسلے میں نص میں وارد تفصیلی احکام کافی نہیں ہیں، یعنی اس سلسلے میں ظاہری الفاظ اور جملوں سے زیادہ نص کے اہداف پر توجہ دی جائے گی، پس مقاصد شریعت میں اصول فقہ کی طرح نص کا حرفی مطالعہ کیا جاتا ہے، اور نہ ہی منہجی باریکیاں اسے زیر بار کرتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مقاصد نص شرعی کے مطالعہ کو متنوع اور محیط بناتے ہیں، یہ صفت صرف اسی علم کے ذریعہ ہی حاصل ہوتی ہے، اس لئے کہ یہ مختلف اعتبارات سے بالکل بے نظیر علم ہے، اور زمانہ وحالات کی حدود سے بالاتر ہے۔ اجماع، قیاس اور اجتہاد جیسے اصول فقہ کے ارکان پر بسا اوقات بہت مشکل حالات آ جاتے ہیں، اس لئے کہ وہ کبھی کبھی معاصر مسلم معاشروں کے سیاسی وسماجی ماحول سے ہم آہنگ نہیں ہوتے ہیں، اسی لئے مقاصد شریعت کو مرکزی مقام حاصل ہے کہ وہ شریعت سے مناسب وبروقت رابطہ فراہم کرتا ہے۔

بلاشبہ تفصیلات پر غور وفکر سے پہلے شریعت کے بنیادی احکام کا فہم اولین مرحلہ پر نہایت اہم ہے۔ علم مقاصد کا ضرورت بھر علم علوم شریعت کے طالب علم کو ایسی بصیرت اور ایسا نظریاتی افق فراہم کرتا ہے جس کے ذریعہ وہ مختلف علوم شرعیہ کا تفصیلی علم زیادہ اچھی طرح اور آسانی کے ساتھ حاصل کرسکتا ہے۔

☆☆☆